اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب ط

الرأی النجیح

في عدد

رکعات التراویح

تصنیف لطیف

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

فون: 01336-222429

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دار العلوم دیوبند

زیر انتظام

بدر الدین اجمل علی القاسمی، رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند

سلسلۂ مطبوعات شیخ الہند اکیڈمی (۳۴)

نام کتاب : الرأی النجیح فی عدد رکعات التراویح

تالیف : قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

کمپیوٹر کتابت: محمد عیاض قاسمی، دیوبند

سن اشاعت : ۱۴۲۸ھ

صفحات : ۳۲

تعداد اشاعت: بارِ اول، گیارہ سو

ہدیہ : =/

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

فون: 01336-222429

حرفِ صداقت

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہمارے قابل فخر بزرگوں میں ہیں اور علم وعمل اور خلوص ودیانت کی جن بلندیوں پر فائز ہیں وہاں تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، یہ بلند مرتبہ تو حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں ہی کو عطا فرماتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے اکثر مضامین حالات کے پیش نظر لوگوں کے سوالات کے جواب میں لکھے گئے ہیں، جن میں حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر بات کا جواب کتاب وسنت وحضرات صحابہ ﷺ کے معمولات کی واضح روشنی میں لکھا جائے، کسی کی دلآزاری نہ کی جائے، جو بات حق ہے اس کو حق ہی لکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتابیں پڑھنے کے بعد طالب حق کے لئے کوئی پریشانی نہیں رہتی۔

زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح ایک نماز کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ نمازیں ہیں؟ اس کا جواب نہایت عمدہ اور حقیقی انداز میں دیا گیا ہے، دونوں نمازیں ایک نہیں ہیں بلکہ الگ الگ ہیں، جنہوں نے انہیں ایک ہی نماز سمجھا ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہے، اس غلط فہمی کو واقعات کی روشنی میں دور کردیا گیا ہے، تراویح کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں اسے بھی واضح کردیا گیا ہے، یہ کہنا کہ تراویح کی بیس رکعتیں بدعت ہیں قطعی طور پر غلط ہے، اور غلط فہمی پر مبنی ہیں، اس کے لئے جن مضبوط دلائل کی ضرورت سمجھی گئی وہ پیش کردئے ہیں، اب اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شیخ الہند اکیڈمی اپنے اکابر کے علوم وفنون کو عام

افادیت کے لئے شائع کررہی ہے، متعدد کتابیں طبع ہوکر منصۂ شہود پر آچکی ہیں، اور مزید کتابیں پروگرام میں شامل ہیں، وقتاً فوقتاً وہ بھی منظر عام پر آتی رہیں گی، بندہ اس کے لئے حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحب کارگزار مہتمم، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب اور بطور خاص حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم زید مجدہم کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے ہدایات فرمائیں، اکیڈمی سے شائع ہونے والی یہ چونتیسویں کتاب ہے، توقع ہے کہ اہل علم حضرات اس سے پورا فائدہ اٹھائیں گے، حق تعالیٰ دارالعلوم کو ہمیشہ باقی رکھے اور اس کے علمی فیضان کو دور دور تک پھیلائے، آمین۔

(مولانا) بدرالدین اجمل علی قاسمی (صاحب)
نگراں شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند

پیش لفظ

خدا کا شکر ہے کہ شیخ الہند اکیڈمی نے اپنے اکابر کی نایاب یا کم یاب کتابوں کی طباعت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ جاری ہے، زیر نظر کتاب ''الرأي النجيح'' قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی ہے جو اس سوال کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ نمازِ تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز ہیں یا دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، نیز تراویح کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں، آٹھ رکعتیں، گیارہ رکعتیں، بیس رکعتیں یا اس سے بھی زیادہ رکعتیں، اس سلسلے میں صحیح بات کیا ہے؟

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے کتاب وسنت کی روشنی میں مضبوط دلائل کے ساتھ صحیح بات پیش کردی ہے، اس میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، کتاب کو تحقیقی نگاہ سے پڑھنے کے بعد حق بات واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے اور خواہ مخواہ مسئلہ کو الجھانے کی اور اختلاف کو بڑھاوا دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعتیں پڑھنا درست نہیں ہے، بدعت ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہی سنت طریقہ ہے، قرونِ ثلاثہ میں بیس رکعتوں کو کسی نے بدعت نہیں کہا ہے، یہ سب بعد کے لوگوں کی پیداوار ہے جنھیں اختلاف پیدا کرنے میں لطف آتا ہے، اسی ذہن وفکر کے لوگ آج بھی اس طرح کے مسائل جان بوجھ کر پیدا کررہے ہیں جبکہ یہ دور جس سے ہم گذر رہے ہیں اختلافات کو ہوا دینے کا نہیں ہے، بلکہ سر جوڑ کر بیٹھیے، حالات کو سمجھنے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو اسلام دشمن طاقتوں سے بچانے اور فکر وعمل میں اتحاد پیدا کرنے کا دور ہے، دشمنانِ اسلام نے ہمیشہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور آج بھی وہ اپنے پورے وسائل کے ساتھ اس میں لگے ہوئے ہیں، وقت کی نزاکتوں کا تقاضا ہے

کہ ہم ان کی چالوں کو سمجھیں ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیں اور ہمارے اپنے جو مختلف فیہ فروعی مسائل ہیں ان کو آگے نہ بڑھائیں۔ بلاشبہ مسائل کو سمجھنا ضروری ہے، ان کو سمجھیں مگر تحمل اور سنجیدگی کا دامن نہ چھوڑیں۔

کتاب میں آیات واحادیث کے حوالے درج نہیں تھے، اس کمی کو حسب ہدایت اہتمام جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی نے پورا کر دیا، نیز موجودہ رواج اور ذوق کے مطابق رموز واوقاف بھی نہیں تھے، کتاب کو ان سے بھی آراستہ کر دیا گیا، اس سے عبارت فہمی میں آسانی پیدا ہوگئی ہے، کتاب کی اصل عبارت میں کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا ہے۔

دعا ہے حق تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر گامزن رہنے کی سعادت عطا فرمائے، اور شرور وفتن سے بچائے، آمین

(مولانا) مرغوب الرحمٰن (صاحب)
مہتمم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نماز ہیں، یا ایک۔ اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں، آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرونِ ثلاثہ میں سے کسی عالم کی رائے بست رکعت کے بدعت ہونیکی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور ائمہ مجتہدین کا اس میں کیا مذہب ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

الجـــــــــــــــواب

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

اقول وباللّٰہ التوفیق کہ نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریع اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہوکر تہجد تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں جاری رہا، قال تعالیٰ ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ﴾ الآیۃ[1] عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حدیث طویل میں کہ تہجد بعد فرض ہونے کے نفل ہوگیا، چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے قَالَ[2] قلت حدثینی عن قیام الیل قالت ألست تقرأ یٰۤاَیُّهَا المزمل قال قلت بلی قالت فان اول ھذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھراً ثم نزل آخرھا فصار قیام الیل تطوعاً بعد فریضۃ ...... الیٰ آخر الحدیث[2] .

---

[1] اے چادر اوڑھنے والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جاگ رات میں۔

[2] کہا راوی نے عرض کی میں نے (یعنی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں) حدیث بیان کیجئے مجھ سے آنحضرتؐ کے قیام لیل کے بارے میں فرمایا حضرت عائشہؓ نے، کیا نہیں پڑھتا تو یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کہا عرض کی میں نے ہاں پڑھتا ہوں، فرمایا: جب اول اس سورت کا نازل ہوا تو صحابہ ﷺ آنحضرتؐ نے قیام لیل کا کیا یہاں تک کہ ورم آگیا ان کے قدموں پر اور روک لیا اللہ تعالیٰ نے خاتمہ اس سورت کا آسمان میں بارہ مہینہ تک پھر نازل ہوا آخر اس کا اور قیام لیل فرض سے نفل ہوگیا۔

---

[1] المزمل آیت نمبر ا۔

[2] عن سعد بن ھشام، باب فی صلوٰۃ اللیل، ابوداؤد: ج ا ص ۱۸۹ (مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرت ابتداء اسلام میں تطوعاً مشروع ہو چکا تھا اور اُس پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں عملدرآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اُس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا، پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اُس میں یہ فرمایا: **جعل[1] الله صیامه فریضة وقیامه تطوعا** الیٰ آخر الحدیث[1]، اس روایت کو مشکوٰۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تنفلا مقرر ہوا، اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اُس کا ذکر فرمایا ہے بعید ہے، کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اس کے کچھ الفاظ فرماتے، اس واسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا پھر اب اُس کا ذکر کرنا کیا ضرور تھا جیسا کہ دیگر صلوٰۃ فرض ونفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوٰۃ نفل کی مشروعیت کا ذکر ہونا ظاہر ہے۔

اور دوسری روایت سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿**کتب[2] الله علیکم صیامه وسننت لکم قیامه**﴾[2] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متنفل فرمایا، سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد وتراویح تشریعاً دو نماز ہیں، کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] کردئے اللہ تعالیٰ نے روزہ اس کے فرض اور قیام اُس کا نفل۔ ۱۲

[2] فرض کردئے اللہ تعالیٰ نے روزہ اس کے یعنی رمضان کے اور سنت بنایا میں نے قیام اس کا۔ ۱۲

ع[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم، الفصل الثالث ص۱۷۳، عن سلمان الفارسی، قیامه تطوعا کے بجائے مشکوٰۃ کے پیش نظر نسخہ میں "وقیام لیله تطوعاً" ہے۔ (فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

ع[2] ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، ص۹۵، عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن (مطبع ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے، چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ ثم[1] قلت فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ[1] اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپؐ نے اول لیل میں پڑھا ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن[2] ابی ذر قال صمنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث الّیل فلما کانت السادسة لم یقم بنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر الیل فقلت یا رسول اللّٰہ لو نفلتنا قیام هذه اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة فلما کانت الرابعة لم یقم بنا حتی بقی ثلث الیل فلما کانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیة الشهر رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ[2]

---

[1] پھر کہا میں نے (یعنی راوی نے) پس کس وقت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے رات سے فرمایا جب سنتے تھے آواز مرغ کی۔۱۲

[2] مروی ہے حضرت ابوذرؓ سے کہ روزے رکھے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس نہ قیام کیا ہمارے ساتھ مہینہ میں سے یہاں تک کہ سات دن رہ گئے اور مہینہ انتیس کا تھا) پس قیام کیا ہمارے ساتھ (یعنی تیسویں رات کو) یہاں تک کہ گزر گئی تہائی رات، پس جب چھٹی رات آئی (یعنی مہینہ کی آخر سے شمار کرتے ہوئے اور وہ انتیس والے مہینہ میں چوبیسویں رات ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ پھر جب اسی حساب سے پانچویں رات کہ فی الحقیقۃ پچیسویں ہے پیش آئی تو قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی پس عرض کی میں نے (یعنی ابوذرؓ نے) یا رسول اللہ کاش کہ زیادہ کرتے آپ ہمارے لئے قیام اس رات کا، فرمایا: البتہ شخص جب نماز پڑھتا ہے امام کے ساتھ یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے لکھا جاتا ہے اُس کے حق میں قیام ساری رات کا (یعنی اگرچہ ساری رات کا قیام نہ کیا ہو) پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات آئی (کہ وہ فی الحقیقت چھبیسویں ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ باقی رہی تہائی رات پھر جب تیسری رات آئی کہ وہ فی الحقیقت ستائیسویں ہے) جمع کیا اپنے کنبہ کو اور لوگوں کو پس قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ ڈرے ہم کہ فوت ہو جائے ہم سے فلاح، عرض کی میں نے کہ کیا مراد ہے فلاح سے فرمایا کہ سحری پھر قیام نہ کیا ہمارے ساتھ باقی مہینہ میں (یعنی اٹھائیسویں اور انتیسویں کو۔۱۲

[1] عن مسروق عن عائشة، مسلم جلد اول، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی اللیل وان الوتر رکعة وان الرکعة صلوٰۃ صحیحة، ص ۲۵۵ (یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)
عن مسروق عن عائشة، بخاری ج ۱، ص ۱۵۲، باب من نام عند السحر (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

[2] مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان۔ ص ۱۱۴، عن ابی ذر۔ الفصل الثانی۔ فیصل پبلی کیشنز دیوبند

پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اول سے لیکر اخیر شب تک ادا فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کو ہمیشہ منفرداً پڑھتے تھے کبھی بہ تداعی جماعت نہیں فرمائی اگر کوئی شخص آکھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ خود ایک دفعہ آپؐ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے، بخلاف تراویح کے کہ اس کو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کرکے ادا کیا چنانچہ اسی حدیث ابی ذرؓ سے واضح ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں: ولآ اعلم نبی اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ القرآن کلہ فی لیلۃ واحدۃ ولا صلی لیلۃ الی الصبح الی آخر الحدیث[۱] اور یہ ان کی تحدید صلوٰۃ تہجد میں ہے، ورنہ صلوٰۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابوذر سے خود ثابت ہو چکا ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی خود اس کا علم ہے، اس واسطے کہ آپؐ نے اپنی سب اہل ونساء کو جمع کیا تھا، پھر باوجود اس امر کے جو آپ انکار احیا تمام لیل کا فرماتی ہیں تو یہ کہنا کہ آپ کو خبر نہیں یا نسیان ہوا نہایت بیجا ہے۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیاء تمام لیل کا صلوٰۃ تہجد میں وارد ہوا کیونکہ سعد بن ہشام راوی حدیث صلوٰۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے اور اسی کے باب میں آپ نے یہ امر فرمایا تھا۔

چنانچہ مسلم میں یہ روایت موجود ہے نہ تراویح میں کہ اس کا یہاں ذکر ہی نہیں تھا علیٰ ھذا جو ابوسلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان سے تہجد ماہِ رمضان کا ہے۔ غرض ان کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں یہ

۱؎ اور نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھا ہو سارا کلام اللہ ایک رات میں یا نماز پڑھی ہو ساری رات میں۔۱۲

۲؎ عن سعد بن ہشام عن عائشۃ – مشکوۃ المصابیح – باب الوتر – الفصل الاول ص ۱۱۱، فیصل پبلی کیشنز دیوبند

نسبت اور شہور کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں۔ بخاری میں ہے: عن[1] ابی سلمة بن عبدالرحمٰن انه سأل عائشة كيف كانت صلوٰة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي أربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا فقلت يا رسول اللّٰه اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة اِن عيني تنامان ولاينام قلبي[1].

کیونکہ ظاہر متبادر اس حدیث سے یہ ہے کہ ابوسلمہ نے خاص قیام رمضان کو سوال کیا اور حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ رمضان میں کوئی خاص نماز نہیں تھی، بلکہ رمضان وغیر رمضان میں ہر روز گیارہ رکعت پڑھتے تھے، اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے، اور ہیئت پڑھنے کی یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی اور سو گئے، پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے، پھر تین وتر پڑھے اور دائماً یہی عادت تھی، رمضان وغیر رمضان میں اس کے خلاف نہیں۔ پس اگر اس کے یہی معنی ہیں تو یہ حدیث بہت سی روایات کے معارض ہوتی ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ خود آپ ہی تیرہ رکعت روایت فرماتی ہیں، چنانچہ موطا امام مالک میں ہے: عن[2] عَائشة قالت كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلي اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين انتہیٰ[2]۔

---

[1] مروی ہے حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن سے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں (یعنی تہجد کی) کیسی تھی؟ پس فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ نہ زائد کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور خارج رمضان کے گیارہ رکعت پر، نماز پڑھا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں پس نہ پوچھئے ان کے حسن اور درازی سے پھر پڑھتے تھے چار رکعت پس نہ پوچھئے ان کے حسن اور درازی سے پھر پڑھتے تھے تین رکعت پس عرض کی میں نے (یعنی حضرت عائشہؓ نے) کیا سوتے ہیں آپ یا حضرت وتر پڑھنے سے پہلے فرمایا آپؐ نے اے عائشہ! آنکھیں میری سوتی ہیں اور نہیں سوتا دل میرا۔۱۲

[2] مروی ہے حضرت عائشہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب سنتی تھی اذان صبح کی دو رکعتیں ہلکی۔۱۲

ع[1] عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن – بخاری ج:۱، ص:۱۵۴ – باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم بالليل في رمضان وغيره – مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی۔

ع[2] عن عائشة ام المومنين، موطا امام مالک ص۴۲، صلوة النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

اور حضرت ابن عباسؓ خود تیرہ رکعت تہجد کی غیر رمضان میں نقل کرتے ہیں اور بعض دیگر صحابی بھی تیرہ رکعت روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہیئۃ صلوٰۃ کی بھی خلاف اس ہیئۃ مذکورہ فی حدیث عائشہؓ کے ہے۔ چنانچہ مسلم میں بذیل روایت طویلہ ابن عباسؓ سے مروی ہے: قال[1] ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده اليمنى على راسي واخذ باذني اليمنى يفتلها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى جائه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح[1] اور ایک دوسری روایت میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو مسلم میں موجود ہے فقام[2] فصلى فقمت عن يساره فاخذ بيدى فادارني عن يمينه فتتامت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل ثلث عشرة ركعة ثم اضطجع فنام حتى نفخ الى اخر الحديث[2] اور زید بن خالد الجہنی سے مسلم میں روایت ہے: عن[3] زيد بن خالد الجهني انه قال لارمقن

---

[1] فرمایا ابن عباس نے پس اٹھا میں اور کیا میں نے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا (یعنی وضو کیا) پھر گیا میں اور کھڑا ہوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی بائیں طرف) پس رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا ہاتھ اپنا میرے سر پر اور پکڑا داہنا کان میرا کھینچتے تھے اُسے (یعنی داہنی طرف کر دیا) پس پڑھی دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پھر وتر پڑھے، پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آیا پس اُٹھے اور دو رکعتیں خفیف پڑھیں پھر نکلے اور نمازِ فجر کی پڑھی۔۱۲

[2] پس اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز پڑھی پس کھڑا ہوا میں بائیں طرف ان کی پس پکڑا ہاتھ میرا اور پھیرا داہنی طرف پس تمام نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ رکعت ہوئی پھر پڑ کر سو گئے یہاں تک کہ آپؐ کے سانس مبارک کی آواز معلوم ہوتی تھی۔۱۲

[3] مروی ہے زید بن خالد جہنی سے کہا انہوں نے ارادہ کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنے کا پس پڑھی آپؐ نے دو رکعتیں خفیف پھر دو رکعتیں بہت طویل پھر اور دو خفیف پہلیوں سے پھر اور دو اور وہ خفیف تھیں اپنی پہلیوں سے پھر اور دو ایسی ہی پھر اور دو ایسی ہی پھر اس نماز کے ساتھ وتر ملایا پس یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں۔۱۲

---

[1] عن ابن عباس، مسلم ج۱، ص۲۶۰، باب صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم ودعائه بالليل، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

[2] عن زيد بن خالد الجهني، مسلم ج۱، ص۲۶۲، باب صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم ودعائه بالليل، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی رکعتین خفیفتین ثم رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم اوتر فذلك ثلث عشرة رکعة .

دیکھو یہ احادیث ثلاثہ عدد رکعات اور ہیئۃ ادا دونوں میں خلاف اُس حدیث عائشہ کے ہیں، اور اوپر حدیث ابوذر سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپؐ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اُس کے عدد رکعات معلوم نہیں مگر ہرگز اُس میں چار چار رکعت پڑھ کر آپؐ نہیں سوئے اور تین روز دوسرے رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھی اُس میں بھی یہ ہیئۃ ثابت نہیں ہوئی، اور احادیث میں شدۃ اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے، کیونکہ جب سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر تھی تو شدۃ اجتہاد کے کیا معنی؟ اور جن روایتوں میں آیا ہے، کہ رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیرہ میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے: **اذا[1] دخل العشر شدمئزره واحیی لیله وایقظ اهله الحدیث**[1] اور بیہقی نے روایت کیا ہے: **اذا[2] دخل رمضان لم یات فراشه حتی ینسلخ الحدیث**[2] .

ان دونوں حدیثوں سے شدۃ اجتہاد عبادۃ اور احیائے تمام لیل حاصل ہے نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ صلی اللہ

---

۱ جب داخل ہوتا تھا اخیر عشرہ رمضان کا باندھ لیتے تھے تہبند اپنا اور جگاتے تھے کنبہ اپنے کو۔۱۲

۲ جب داخل ہوتا تھا رمضان نہیں آتے تھے اپنے بچھونے پر یہاں تک کہ نکل جائے۔۱۲

ع۱ عن مسروق عن عائشة، بخاری ج۱، ص۲۷۱، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

ع۲ لم اجد فی السنن الکبری للبیهقی، وفی صحیح ابن خزیمة وجدت فی هذه الالفاظ، عن عائشة، کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل رمضان شدمئزره، ثم لم یات فراشه حتی ینسلخ . صحیح ابن خزیمة الجزء الثالث ص : ۳۴۲ ، باب استحباب ترك المبیت علی الفراش ..... (المکتب الاسلامی بیروت)

علیہ وسلم کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے چنانچہ روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: فقالت[1] كنا نعد له سواكه وطهوره فيبعثه الله ماشاء ان يبعثه من اليل فيتسوك ويتوضأ ويصلي تسع ركعات لايجلس فيها الا في الثامنة فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولايسلم ثم يقوم فيصلي التاسعة ثم يقعد فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليما يسمعنا ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلم وهو قاعد فتلك احدى عشرة ركعة يا بني الخ[2] .

الحاصل نفی زیادت رکعات کی گیارہ سے اور یہ ہیئۃ خاص مخدوش ہوتی ہے، لہٰذا حق یہ ہے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ابوسلمہؓ نے بایں وجہ کہ رمضان میں آپ کا اجتہاد عبادت زیادہ ہوتا تھا، تہجد رمضان کو پوچھا تھا، کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں؟ تو حضرت عائشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی، صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں، نہ سوال میں نہ جواب میں۔ اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثریہ ہے نہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں اگرچہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں، تو اِس حدیث میں نہ احیاناً زیادۃ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجد کے ہے، بلکہ ذکر اُن عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہوتا تھا۔ اور بعد اُس کے یہ جملہ يصلي اربعاً الخ یہ دوسرا امر ہے

---

[1] فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ تھے ہم تیار رکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور پانی وضو کا سو اٹھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب اٹھاتے اللہ تعالیٰ اُن کو پس مسواک کرتے تھے اور وضو اور پڑھتے تھے نو رکعتیں نہیں بیٹھتے تھے ان میں سے مگر آٹھویں میں (یعنی وتر کی دو رکعت کے بعد اور تیسرے کی پہلی پھر یاد کرتے تھے اللہ کو اور ثنا کرتے تھے اُس کی اور دعا مانگتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور سلام نہ پھیرتے پھر پڑھتے نویں رکعت اور قعدہ کرتے اور یاد کرتے اللہ کو اور ثنا کرتے اُس کی اور دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے ایسے سلام کہ ہمیں سنائی دیتے پھر پڑھتے تھے دو رکعت بعد سلام کے بیٹھ کر پس یہ گیارہ رکعت ہوئیں اے بیٹے !۱۲

---

[2] عن سعد بن هشام بن عامر، مسلم ج ۱، ص ۲۵۵-۲۵۶، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل وان الوتر ركعة وان الركعة صلوة صحيحة. (یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

جس سے آپ کی قوۃ عبادت پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقظہ آپؐ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں، جب چاہیں سوئیں، اور آپؐ احیانا ایسا کرتے تھے، نہ اِس ہیئۃ کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم اُن رکعات سے۔ بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا بیان ہے، اور یہ مستقل جملہ ہے۔ چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے، کہ عطف جملہ کا جملہ پر اُس وقت کرتے ہیں، کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو، یا بالکل انفصال ہو تو حرفِ عطف ذکر نہیں کرتے۔

پس یہاں حرفِ عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے، نہ بوجہ کمال اتصال چونکہ بیان شدت اجتہاد تھا اس وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا ورنہ جواب اُن کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا۔ پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادۃ کا باقی رہا، اور نہ ہیئۃ کا، اور نہ احیاء تمام لیل کا، سب احادیث مطابق واقع کے اور باہم موافق ہو گئیں۔ اور یہی مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز نہ پڑھنا تہجد کے واسطے ہے۔ اور پڑھنا تراویح کے واسطے۔ اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اول وقت میں حضرت ابیؓ کرا رہے تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی، دیکھ کر یہ فرمایا: والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون[1] تو اس سے بھی اگر مغایرت دونوں نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اُس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے، افضل ہے اُس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پڑھتے تھے۔ اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہ چاہیے۔

---

[1] بخاری: ج ا، ص ۲۶۹، عن ابی ہریرۃ، باب فضل من قام رمضان (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

لہٰذا اول وقت میں تراویح اور آخر میں تہجد ادا کریں ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں، کہ فضیلت بھی حاصل ہو جاوے اور آخر وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جاوے، کہ بتداخل صلوٰۃ تین دونوں نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس سے فضیلت وقت بھی معلوم ہو گئی۔ چنانچہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہوا کہ جب آپؐ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں؟ واللہ اعلم۔ مگر فعل بعض صحابہ سے اِس کا نشان ملتا ہے چنانچہ ابوداؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے:[1] **فلما زارنا طلق بن علي في يوم من رمضان وامسى عندنا وافطر ثم قام بنا تلك الليلة واوتر بنا ثم انحدر الى مسجده فصلى باصحابه حتى اذا بقي الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابك فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا وتران في ليلة** انتہی[2]، اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول وقت میں تراویح ادا کی، اور وتر بھی اُس کے ساتھ پڑھے، جیسا کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور بعد اُس کے اپنی مسجد میں جا کر آخر وقت میں تہجد ادا کیا، اور اُس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے، اور مقتدیوں کو حکم کیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو۔ اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، تو لہٰذا وہ مقتدی تہجد گزار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہؓ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت سرگرم تھے۔ سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا۔ اور یہ جو بخاری نے حضرت

---

[1] کہا قیس بن طلق نے زیارت کی ہمارے طلق بن علی کے دن میں رمضان کی اور شام کی ہمارے پاس اور افطار کیا پھر قیام کیا ہمارے ساتھ اُس رات میں اور وتر پڑھے ہمارے ساتھ پھر گئے اپنی مسجد کی طرف اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کو یہاں تک کہ باقی رہ گئے وتر پھر آگے کیا کسی آدمی کو اور کہا وتر پڑھا اپنے ساتھیوں کو اس واسطے کہ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔ ۱۲

[2] ابوداؤد، باب في نقض الوتر، عن قيس بن طلق، ص۲۰۳ (مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: اذا دخل العشر شدمئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث[1] ۔

اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ ﷺ تمام رات جاگے ہیں اس واسطے کہ احیی لیلہ وہیں بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے۔ نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات جاگنے کو ارشاد فرماتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا، تو بعد نصف شب کے آپؐ سوئے نہیں، کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرہ تھیں۔ پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں، کیونکہ آپؐ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی۔ بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں، اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ تراویح آپؐ نے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی، اور آخر شب میں تہجد۔ سو تراویح فعلاً بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپؐ نے بخوفِ افتراض ترک کیا تھا وہ جماعت بتداعی تھی نہ نفس تراویح۔

الحاصل ان سب وجوہ سے مغایرت تہجد و تراویح کی ظاہر ہے۔ مگر ہاں ایک نماز دوسرے کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔ کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہوجاوے گا۔ اور یہ امر سب نوافل میں ہے مثلاً اگر بوقت ضحیٰ صلوٰۃ کسوف پڑھی جاوے تو صلوٰۃ کسوف قائم مقام صلوٰۃ ضحیٰ کے ہوجاتی ہے۔ اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اگرچہ بحیثیت تراویح۔ تراویح تہجد سے جدیٰ صلوٰۃ ہے۔ اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحیٰ سے، اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہوجاتا ہے، علیٰ ھذا وقت ضحیٰ ایک ہے اور اُس

---

[1] عن مسروق عن عائشۃ، بخاری: ج۱،ص۱۷۱، باب العمل فی العشر والاواخر من رمضان (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

کے فضائل میں احادیث وارد ہیں اور اول وقت اور آخر وقت دونوں وقت میں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات نمازِ تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اُس میں تداخل ہو گیا۔ اور اگر ثلث شب تک پڑھے یا نصف تک بجماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب معلوم ہوتا ہے۔ مگر کسی راوی نے اس کو ذکر نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعد اس کے واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا، بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ **المطلق یجری علی اطلاقه** یہ چاہتا ہے کہ صلوٰۃ کسی ہیئۃ اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے مامور مندوب ہووے گی۔ دریں صورت پابندی کسی عدد کی نہیں ہوسکتی بلکہ مامور مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے: **قالؐ رسول الله صلی الله علیه وسلم من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه (الحدیث[1]) وقالؐ جعل الله صیامه فریضة وقیامه تطوعا (الحدیث[2]) وقال سننت لکم قیامه (الحدیث[3])**

ان ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی عدد بیان نہیں فرمایا ہے، لہٰذا جیسا کہ تہجد پہلے سے مندوب تھا، ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے، مطلقاً اُمۃ پر وجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مندوب ہوا۔ کہ ادنیٰ اس کے دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں۔ اگر چہ ہزار یا کم زیادہ ہوں، پس بعد اس کے اگر

---

[1] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قیام کرے رمضان میں اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے بخشے جائیں گے اُس کے پہلے گناہ۔

---

[1] ابوداؤد، عن ابی هریرة، باب فی قیام شهر رمضان، ص۱۹۴ (مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

[2] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث ص۱۷۳، عن سلمان الفارسی، مشکوٰۃ کے پیش نظر نسخہ میں قیامه تطوعاً کے بجائے "وقیام لیله تطوعاً" ہے۔ (فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

[3] ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، ص:۱۹۵ (مطبع ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عدد اکثر معمول فرمایا تو وہ سنت مؤکدہ ہوجاوے گا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہے گا۔ اور سوائے اس کے دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے۔ ہرگز بدعت نہیں ہوسکتے۔ اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری ہے، کہ مامور مطلق اُن اعداد میں جن کو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے۔ کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً کرنے سے مستحب اور ماسوائے اس کے بھی مستحب۔

مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا: استغفروا ربکم الآیہ[1] اس سے استغفار مطلوب ہے اگرچہ وجوباً ہو یا ندباً بعد اُس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ[2] تو اب اگر کوئی سبعین سے زیادہ استغفار کرے وہ اُسی امر مطلق کا فرد مطلوب ہوگا، اُس کو بدعت نہ کہہ سکیں گے۔ یہ جزئیہ بطور تنظیر لکھا گیا ہے۔ اہل علم بہت سے عبادات مستحبہ کو برین قیاس دریافت کرسکتے ہیں بناءً علیہ جو صحابہ اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کیے ہیں چنانچہ اُن کا ذکر آگے کیا جائے گا وہ سب انہیں احادیث کے افراد ہیں، کوئی اُن سے خارج نہیں سب مامور مندوب ہیں۔

مگر علماء حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت ہوا ہے، اُس میں جماعت کو سنت کہیں گے اور اُس کے سوائے میں جماعت کو بتداعی مکروہ فرمائیں گے، کیونکہ اُن کے نزدیک جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہوچکی ہے وہاں مکروہ نہیں۔ اسی واسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، کہ اگر عدد تراویح میں شک ہوجاوے کہ اٹھارہ پڑھے یا بیس تو دو رکعت فرادی فرادی پڑھیں، نہ بجماعت بسبب اطلاق حدیث کے

---

[1] سورۂ نوح آیت ۱۰

---

[2] عن سعید بن ابی بردۃ بن ابی موسٰی عن ابیہ عن جدہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم سبعین مرۃ، ابن ماجہ، باب الاستغفار، ص۲۷۹ (ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں، خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں جس کا ذکر آگے آوے گا۔

الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول جامع ترمذی میں ہے: **قال[1] احمد روی فی ذٰلک الوان لم یقض فیه بشیء** انتہٰی[1] یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح نہیں بنایا، بلکہ سب کو جائز اور مستحب رکھا۔ از انجملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح بجماعت پڑھی: **وعن[2] جابر انه صلی بهم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروه فی القابلة فلم یخرج الیهم رواه ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما** انتہٰی[2] مگر یہ آٹھ رکعت پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادہ کو نہیں، اس واسطے کہ ممکن ہے بلکہ مظنون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں اس واسطے کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے، چنانچہ سابق میں گذرا، اور دیگر لیالی میں بجماعت گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھے ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی ہوں اس کی نفی نہیں ہوسکتی، اس واسطے کہ حضرت جابرؓ نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں نہ یہ کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی، بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ بجماعت کا ذکر کرتے ہیں اور بس۔

---

[1] فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور کچھ حکم نہ کیا امام احمد نے اس بارہ میں ۔۱۲

[2] مروی ہے جابرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی صحابہؓ کے ساتھ آٹھ رکعتیں اور وتر پھر انتظار کیا صحابہؓ نے آئندہ کی رات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکلے روایت کیا اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ۔۱۲

ع[1] ترمذی: ج ۱ ص ۱۶۹، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان (مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

ـــ پیش نظر نسخہ میں ذٰلک کے بجائے "هذا" ہے۔

ع[2] عن جابر بن عبد اللّٰه، ابن خزیمه، باب ذکر دلیل بان الوتر لیس بفرض، الجزء الثانی ص ۱۳۸ (المکتب الاسلامی بیروت)

اور یہ واقعہ فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعات کا معارض ہوسکتا ہے، اس واسطے کہ تعارض کے لئے وحدۃ زمان ومکان شرط ہے خصوصاً اُس شب میں کہ آپؐ نے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابوذر سے اوپر گذرا، اگر اس میں گیارہ رکعت پڑھی جاتی تو تطویل قیام بالضرور کوئی راوی بیان کرتا جس طرح تاخیر سجود کو ذکر کیا ہے، کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی۔ جیسا کہ صلوٰۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا عجب نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں۔ یا زیادہ اور منفرداً بھی آپؐ نے بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں، اگر چہ ان تین شب کی عدد رکعات جو ابوذر نے نقل فرمایا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا، بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اور وجہ نہ نقل کرنے کی یہ ہے کہ اعداد رکعات آپؐ کے مختلف تھے۔ اور قولاً اعداد رکعات کی تعیم تھی لہٰذا ہر روز کی اعداد کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا گیا۔

اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے، اگر چہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے آثارِ صحابہ سے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت پڑھی ہیں اور جمہور تابعین اور فقہاء کا اس پر عمل درآمد ہے، جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:

قلت[1] روی عبدالرزاق في المصنف عن داؤد بن قيس وغيره عن

[1] کہتا ہوں میں روایت کی عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے اور ان سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ تحقیق حضرت عمرؓ نے جمع کیا لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے اکیس رکعت پر قیام کرتے تھے سو آیت والی سورتوں کے ساتھ اور فارغ ہوتے تھے صبح صادق کے طلوع کی قبیل کہتا ہوں میں (یعنی عینی) کہا ابن عبدالبر نے یہ محمول ہے اس پر کہ ایک رکعت وتر کی تھی اور کہا ابن عبدالبر نے روایت کی حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے کہا کہ حضرت عمرؓ کی زمانہ میں قیام تیئیس رکعت کے ساتھ تھا کہا ابن عبدالبر نے یہ محمول اس پر ہے کہ تین رکعتیں وتر کی تھیں اور کہا استاذ ہمارے نے یہ مراد لینی ابن عبدالبر کی صحیح ہے ساتھ دلیل اُس کے کہ روایت کی محمد بن نصر نے روایت یزید بن خصیفہ کی سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ قیام کرتے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور اثر حضرت علیؓ کا پس ذکر کیا اُس کو وکیع نے حسن بن صالح سے انہوں نے عمرو بن قیس سے انہوں نے ابوالحسناء سے

محمد بن یوسف عن السائب ابن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعة یقومون بالمئین وینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبدالبر هو محمول علی ان الواحدة للوتر وقال ابن عبدالبر وروی الحارث بن عبدالرحمن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة قال ابن عبد البر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر وقال شیخنا وما حمله علیه فی الحدیثین صحیح بدلیل ما روی محمد بن نصر من روایة یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انهم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالی عنه واما اثر علی رضی اللّٰہ تعالی عنه فذکره وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسنا عن علی رضی اللّٰہ تعالی عنه انه امر رجلا یصلی

انہوں نے حضرت علیؓ سے کہ انہوں نے امر کیا ایک شخص کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ بیس رکعت اور لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا اور صحابہ پس روایت کی گئی ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے میرا ظن یہ ہے کہ روایت کرنے والے محمد بن نصر مروزی ہیں کہا انہوں نے خبر دی ہم کو یحییٰ بن یحییٰ نے اُن کو حفص ابن غیاث نے انہوں نے اعمش سے سنا، اعمش نے زید بن وہب سے کہا اُس نے تھے عبداللہ بن مسعود پڑھتے ہمارے ساتھ رمضان کے مہینہ میں اور فارغ ہوتے تھے کچھ رات سے کہا اعمش نے کہ بیس رکعتیں تراویح کی تھیں اور تین وتر کی لیکن قائل بیس کے تابعین میں سے پس شیر بن شکل اور ابن ابی ملیکہ اور حارث ہمدانی اور عطاء ابن ابی رباح اور ابوالبختری اور سعید بن ابی الحسن البصری بھائی حسن بصری کے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عمران عبدی ہیں اور کہا ابن عبدالبر نے یہی ہے قول اکثر علماء کا اور اسی کے قائل ہیں کوفہ کے علماء اور امام شافعی اور اکثر فقہاء اور یہی ثابت ہے ابی بن کعب سے بدون خلاف کسی صحابی کے۔۱۲

اور کہا ترمذی نے اپنی سنن میں کہ اختلاف کیا اہل علم نے قیام رمضان میں پس اعتقاد کیا بعض نے اس بات کا کہ اکتالیس رکعت پڑھے وتر کے سمیت اور یہی ہے قول مدینہ والوں کا اور اسی پر عمل کرتے ہیں وہ اور اکثر اہل علم اس پر عمل کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور صحابہ آنحضرت سے مروی ہے یعنی بیس رکعت اور یہی ہے قول سفیان ثوری کا اور ابن مبارک کا اور امام شافعی کا اور فرمایا امام شافعی نے کہ ایسے ہی پایا ہم نے اہل مکہ کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے اور فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور نہ حکم کیا اس میں کسی طرح کا اور فرمایا اسحاق نے بلکہ ہم پسند کرتے ہیں اکتالیس رکعت جیسے کہ روایت کی گئی ابی ابن کعب سے۔۱۲

بهم رمضان عشرين ركعة واما غيرهما من الصحابة فروى ذلك عن عبد اللّٰه بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزى قال اخبرنا يحيى بن يحيى اخبرنا حفص بن غياث عن الاعمش عن زيد بن وهب قال كان عبداللّٰه بن مسعود يصلي لنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث واما القائلون به من التابعين فشتيربن شكل وابن ابى مليكة والحارث الهمدانى وعطاء بن ابى رباح وابوالبخترى وسعيد بن ابى الحسن البصرى اخو الحسن وعبدالرحمٰن بن ابى بكر وعمران العبدى وقال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابى بن كعب من غير خلاف من الصحابة . انتهٰى[1]

وقال الترمذى فى سننه واختلف اهل العلم فى قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلى احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روى في ذلك الوان لم يقض فيه بشيء وقال اسحاق بل نختار احدى واربعين ركعة على ما روى عن ابى بن كعب انتهٰى[2]

اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے اس کے ذکر میں تطویل ہے خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ

---

[1] عمدة القارى للعينى الجزء الثامن، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان، ص۲۴۵-۲۴۶ (زکریا بک ڈپو دیوبند)

[2] ترمذی جلد اول، باب ما جاء في قيام شهر رمضان، عن ابى ذر، ص۱۶۶ (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے: تمسکوا[1] بعهد ابن مسعود (الحدیث[ع1]) وکان[2] اقرب الناس هدیا ودلا وسمتا برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ابن مسعود (الحدیث[ع2]) بیس رکعت پڑھتے اور اسی کا امر فرماتے تھے، تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کو محفوظ تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگر چہ ایک ہی دو بار سہی کہ تسنن کے واسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اقتدوا[3] بالَّذَینِ بعدی ابی بکر وعمر[ع3] مطلق اقتداء کا حکم تمام امور میں فرمایا انہوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلثہ عمر وعثمان وعلی جب کہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا تو بمقتضاء علیکم[4] بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین[ع4] اس کا عمل امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا۔ اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم نے کبھی اس پر انکار نہ فرمایا اور برغبت قبول فرمایا۔

یہ اول دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نزدیک محفوظ تھا، کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور سنت

---

[1] پورا عمل کرو ابن مسعود کی وصیت پر۔

[2] اور تھے اقرب لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ از روئے سیرت کے اور چال چلن کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔۱۲

[3] اقتداء کرو ساتھ اُن دو کے جو بعد میرے ہوں گے یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ۔۱۲

[4] لازم بنالو اپنے پر عمل میری سنت کا اور سنت خلفاء کا جو اوروں کو ہدایت کرنے والے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔۱۲

[ع1] عن ابن مسعود، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۸، باب جامع المناقب، الفصل الثانی (فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

[ع2] عن عبدالرحمٰن بن یزید، ما اعلم احداً اقرب سمتا وهدیا ودلا بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم من ابن ام عبد، بخاری ج ۱، ص ۵۳۱، مناقب عبداللہ بن مسعود (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

عن عبدالرحمٰن بن یزید کان اقرب الناس الخ ترمذی ج: ۲، ص: ۲۲۱۔ مناقب عبداللّٰه بن مسعود (مختار اینڈ کمپنی، دیوبند)

[ع3] عن ابن مسعود، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۸، باب جامع المناقب، الفصل الثانی (فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

[ع4] عن العرباض بن ساریة، ابن ماجه، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین ص ۵ (ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور یا یہ کہ اطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثبت اس عدد کا بھی سمجھا، اور بطیّب خاطر اس کو قبول فرمایا، لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا، اور اس پر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا رکھنا سخت مذموم ہوگا، کیونکہ اولاً مطلق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہو گئے ہیں۔

ثانیاً خود فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتداء پر ہم کو تاکید کی گئی تھی اُن کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا، رابعاً سوائے اُن صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا تھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا، اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا، پس بعد اس کے کونسی دلیل کی حاجت ہے؟ اور اس فعل حضرت عمر کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع ہے، مگر اولاً حدیث منقطع موطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالک صاحب کے یہاں اور سب محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک کی ہیں اُن کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے سواء چار روایت کے، کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی اُن چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات جو اوپر مذکور ہوئیں اُسکی مؤید ہیں اور یہ صحیح ہیں۔

اور فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں، کہ اولاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا، اور پھر تیئیس کا، اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زمان ہے لہٰذا نہ اس میں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے۔ اور اگر یوں کہا جاوے کہ اول دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر، اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر تو درست ہے۔ اور یہ ہر سہ فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھے، لہٰذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں، اور

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے اوپر معلوم ہو چکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے نہیں ہوسکتی۔ اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوٰۃ کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں اس واسطے کہ یہ قول حضرت عائشہؓ کا اکثریہ ہے نہ کلیہ اور اگر اس کو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہؓ تیرہ کی روایت کرتی ہیں، چنانچہ امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں، اور یہ پہلے بھی گذر چکی ہے: عن[1] عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلي اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين (الحديث[2]) پس اگر وہ روایت کلیۃً قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہو جاوے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا تیرہ رکعت روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہو جاوے گا۔ پس یا اس روایت کو اکثریہ بنایا جاوے تاکہ سب روایتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہؓ کے اوپر حمل کیا جاوے۔ اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے، کہ غیر مناسب ہے، پس جیسا کہ تیرا رکعت کی حضرت عائشہؓ سے اور دیگر صحابہؓ سے تصحیح ہوگئی۔ ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زائد کی بھی تصحیح ہوسکتی ہے، اور جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے، ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہے گا۔

بہرحال اُس حدیث ابن عباس کے مؤیدات موجود ہیں، پھر اس کے ضعف پر کیا نظر کی جاوے گی، اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ رکعت کو معتبر کیا جاتا ہے، تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی، بلکہ افعال صحابہؓ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلثہ کی طرف ہے اور خلیفہ اول سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا، تو کچھ حرج نہیں، اس واسطے کہ خلفاء صیغہ جمع

---

[1] مروی ہے حضرت عائشہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب اذان صبح کی ہو جاوے اور دو رکعتیں ہلکی۔ ۱۲

[2] عن عائشة ام المومنين، موطا امام مالک ص ۴۲، صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہے کہ جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے، تو وہ معنی عموم کے دیتا ہے جمع اور واحد کو دونوں کو۔ مثلاً **لا اتزوج النساء** اگر کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہوگا، ایسا ہی ایک اور دو سے بھی حانث ہو جاتا ہے، جیسا کہ **لایحلّ[1] لك النساء من بعد** میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت کی ثابت ہوتی ہے۔

پس تین خلیفہ کا عمل اس پر ہونا کافی ہے، اور اگر ایک خلیفہ بھی اُس کے اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا۔ اور سب صحابہ نے اُس پر اجماع کیا، اور مراد سنت الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اُس کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو، مگر شیوع اُس کا نہیں ہوا پھر کسی خلیفہ نے اُس کا شیوع کر دیا۔ سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے، مگر چونکہ اُس کا شیوع خلفاء سے ہوا اس واسطے اُس کو سنت الخلفاء فرمایا، پس سنت الخلفاء وہی ہے کہ اصل اس کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو یہ کہا تھا کہ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**، نہ اُس امر کو کہ مخالف سنت رسول اللہ ہو کیونکہ جو امر مخالف سنت رسول اللہ ہوگا وہ امر بدعت ہوگا، اور صحابہ بھی اُسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے، کہ جس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو، اور خلفاء کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی تھی وہ قبول نہ کرتے تھے۔ مثلاً جس وقت کہ شیخین نے زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کے واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا، تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اُس عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ اور زید کہتے ہیں اگر شیخین مجھ کو پہاڑ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے، اور اس کی وجہ وہی تھی کہ اس کو وہ بدعت سمجھ رہے تھے، لہٰذا انہوں نے اُس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ نے اُن کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے، اُس وقت

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۵۲

انہوں نے قبول فرمالیا۔ یہ قصہ بخاری میں موجود ہے: عن[1] عبید بن السباق ان زید بن ثابت قال ارسل الیٰ ابوبکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابوبکر ان عمرا تانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القران وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القران وانی اری ان تامر بجمع القران قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال عمر هذا واللّٰه خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری لذٰلك ورایت فی ذٰلك الذی رای عمر قال زید قال ابوبکر انك رجل شاب عاقل لانتهمك وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فتتبّع القرانَ فاجمعه فواللّٰه لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امر انی به من جمع القران قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال هو واللّٰه خیر فلم یزال ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری للذی شرح له صدر ابو بکر وعمرؓ[1] .

[1] مروی ہے عبید بن سباق سے کہ تحقیق زید بن ثابت نے فرمایا کہ بھیجا کوئی آدمی حضرت ابوبکرؓ نے میری طرف جبکہ یمامہ والوں کے ساتھ مقاتلہ تھا پس ناگاہ حضرت عمرؓ کو میں نے وہاں پایا فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ قتل شدید ہوا ہے یمامہ کے مقاتلہ میں قرآن کی قاریوں پر اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر ایسے ہی قتل رہا قاریوں پر اور طرفوں میں تو اکثر کلام اللہ ہمارے ہاتھوں سے جاتا نہ رہے گا اور مناسب مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ امر کریں کلام اللہ جمع کرنے کا کہا میں نے (یعنی حضرت ابوبکر نے) عمرؓ کے تئیں کیسے تجویز کرتا ہے تو ایسی بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ کہا حضرت عمرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے پس رہے حضرت عمرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جما دیا اللہ نے سینہ میرا اس بات پر اور سمجھ گیا میں وہ بات جو حضرت عمرؓ سمجھے کہا زید بن ثابت نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے تحقیق تو توانا اور عاقل ہے نہیں متہم جانتے ہم تم کو اور البتہ تھے تم لکھتے وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پس جستجو کر کلام اللہ کی اور جمع کر اُسے (کہا زیدؓ نے) پس قسم اللہ کی اگر تکلیف دیتے مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کی نہ گراں گزرتا مجھ پر اُس سے کہ امر کیا اُن دونوں نے یعنی جمع کرنا کلام اللہ کا پس عرض کی میں نے کیسے تجویز کرتے ہو تم ایسے چیز کہ نہیں کیا اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے۔ پس ایسے ہی رہے حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جما دیا اللہ نے جی میرا اُس بات پر کہ جمے تھے اُس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ ۱۲

[1] عن عبید بن السبّاق، بخاری: ج ۲، ص ۷۴۵، باب جمع القران (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

اس سے صاف ظاہر ہے، کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اس وقت ہوتا تھا، کہ ان کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ کے ہوتی تھی، پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے، کہ اس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے، اسی واسطے تمام صحابہ نے اس وقت میں اُس کو قبول کیا، اور اُس پر عامل رہے، اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا، نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا۔ اگر چہ بعض نے اُس پر عمل نہ کیا ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے اُن کے نزدیک ثابت تھا۔ مگر انکار ہرگز کسی نے نہیں کیا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے۔ پس جب اجماعاً اس کا ثبوت بلا انکار قرن صحابہ میں ہو گیا، تو یہ مجمع علیہ ہو گیا اور سنت رسول اللہ ہونا اس کا واضح ہوگیا: قال علیه السلام لاتجتمع امتی علی الضلالة[1] پس بعد ایسی دلیل قطعی کے کسی اہل فہم کو جسارت نہ ہوگی کہ اُس کو بدعت کہے مگر ہاں اِس کو بھی سنت جان کر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اُس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر اُن لوگوں پر کہ جو آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں۔

اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں بسبب ترک کر دینے سنت خلفاء راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بقول علیہ السلام علیکم[2] بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ جو کہ امر مؤکد ہے شائبہ التزام ضرور ہوگا کیونکہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں سنتوں کا معمول بنانا ہے یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لیکر خلفاء کی سنت کو ترک کردو بلکہ دونوں پر التزام کرو کما لا یخفی، مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبون اور شنیع ہے بعد اس کے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

۱؎ فرمایا آنحضرت نے نہ اکٹھی ہوگی امت میری گمراہی پر۔۱۲

۲؎ لازمی بنالو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی جو کہ ہدایت یاب ہیں کچلیوں سے پکڑ واُ سے (یعنی پورے اہتمام سے)۱۲

ع۱ ابن ماجہ، باب السواد الاعظم، عن انس بن مالك: ص۲۹۱ (ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

ع۲ عن العرباض بن ساریه، ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، ص۵ (ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء وفقہاء دریافت ہو جائیں، اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے قال فی فتح الباری لم[1] یقع فی هذه الروایة عدد الرکعات

[1] بخاری کی اس روایت میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں ہوئی جو ابی بن کعب پڑھایا کرتے تھے اور اس میں مختلف روایتیں آئی ہیں موطا مالک میں محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تھیں اور اسی روایت (گیارہ والی) کو سعید بن منصور نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ مئین سورتیں پڑھا کرتے تھے اور طول قرأت کے سبب عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور روایت کیا اس کو محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحاق کے طریق سے وہ محمد بن یوسف سے اور اُس میں تیرہ رکعت بیان کی ہیں اور عبدالرزاق نے دوسرے طریق سے محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے اُس نے سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت کی ہے اور یہ سوائے وتر کے محمول ہیں اور یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور محمد بن نصر نے عطاء کے طریق سے روایت کی ہے کہا عطاء نے کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ تئیس رکعت مع وتر پڑھتے تھے ان روایات میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ سب روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہیں (یعنی کبھی گیارہ رکعت اور کبھی تیرہ اور کبھی اکیس کبھی تئیس پڑھتے تھے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ رکعتوں کی کمی زیادتی قرأت کے زیادہ اور کم ہونے کے باعث سے ہے جب قرأت زیادہ پڑھتے تو رکعتیں کم کر دیتے اور بالعکس اسی تطبیق کے ساتھ داؤدی وغیرہ اہل علم نے جزم کیا ہے، اور پہلا عدد گیارہ رکعت کا آنحضرت کے فعل کے موافق ہے جو اسی باب میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور دوسرا عدد تیرہ رکعت کا بھی اُسی کے قریب ہے اور بیس سے زیادہ یعنی اکیس اور تئیس میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہے کبھی ایک وتر پڑھتے تو اکیس ہو جاتیں اور تین پڑھتے تو تئیس، اور محمد بن نصر نے روایت کی ہے کہ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں لوگوں کو مدینہ میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے پایا ہے، مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی قدیم سے رائج ہے اور زعفرانی سے روایت ہے کہ شافعی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس اور مکہ میں تئیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور ان میں کسی بات پر تنگی نہیں ہے اور شافعی ہی سے روایت ہے کہ اگر لوگ قیام کو لمبا اور رکعتوں کو کم کریں تو اچھا ہے اور اگر رکعتیں زیادہ پڑھیں اور قرأت کو کم کر دیں تو بھی اچھا ہے لیکن قرأت کو زیادہ کرنا اور رکعتوں کو کم کرنا میرے نزدیک محبوب تر ہے، ترمذی نے کہا زیادہ سے زیادہ اکتالیس رکعت تک مروی ہے یعنی وتر سمیت، ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور تحقیق ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ اسود بن یزید سینتالیس رکعت پڑھتے تھے اور بعض نے کہا اڑتیس رکعت، اس کو محمد بن نصر نے بروایت ابن ایمن مالک سے روایت کیا ہے اور اُس کے ساتھ تین وتر ملانے سے وہی اکتالیس ہو سکتی ہیں لیکن اس میں ایک وتر کی تصریح کی ہے تو اُنتالیس رکعت ہوئیں، مالک نے کہا کئی اوپر سو برس سے اسی پر عمل چلا آیا ہے اور مالک سے چھتیس رکعت نفل اور تین وتر بھی منقول ہیں اور مشہور اُن سے اسی طرح ہے اور تحقیق ابن وہب نے عمری سے عمری نے نافع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جن (لوگوں) کا زمانہ پایا ہے، وہ اُنتالیس رکعت پڑھتے تھے کہ تین ان میں وتر ہوتی اور زرارۃ بن اوفی تابعی سے روایت ہے کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو علاوہ وتر کے چونتیس رکعت پڑھاتے تھے اور سعید بن جبیر (تابعی کبیر) سے علاوہ وتر کے چوبیس رکعت کی روایت ہے اور بعض نے کہا علاوہ وتر کے سولہ رکعت روایت کیا اس کو محمد بن نصر نے ابی مجلز (تابعی) سے اور محمد بن نصر نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھ کو محمد بن یوسف نے حدیث کی کہ ان کے دادا سائب بن یزید صحابی نے کہا ہم حضرت عمر کے زمانہ میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، ابن اسحاق تابعی کہتے ہیں کہ اساتذہ سے جو ہم نے سنا ہے اس میں یہی تیرہ رکعت کی زیادہ ثابت ہیں اور وہ آنحضرت کی نماز شب کے موافق بھی ہے جو حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

التی كان يصلی بها ابی بن كعب وقد اختلف فی ذلك ففی الموطا عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انها احدی عشرة ركعة ورواه سعيد بن منصور من وجه اخر وزاد فيه وكانوا يقرئون بالمئين ويقومون علی العصی من طول القيام ورواه محمد بن نصر المروزی من طريق محمد بن اسحاق عن محمد بن يوسف فقال ثلث عشرة ورواه عبدالرزاق من وجه اخر عن محمد بن يوسف فقال احدی وعشرين وروی مالك من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد عشرين ركعة وهذا محمول علی غيرالوتر وعن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون فی زمان عمر بثلث وعشرين وروی محمد بن نصر من طريق عطاء قال ادركتهم فی رمضان يصلون عشرين ركعة وثلث ركعات الوتر والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال ويحتمل ان ذلك الاختلاف بحسب تطويل القراءة وتخفيفها فحيث يطيل القراءة تقل الركعات وبالعكس وبذلك جمع الداؤدی وغيره والعدد الاول موافق لحديث عائشة المذكور بعد هذا الحديث فی الباب والثانی قريب منه والاختلاف فيما زاد علی العشرين راجع الی الاختلاف فی الوتر وكانه كان تارة يوتر بواحدة وتارة بثلاث وروی محمد بن نصر من طريق داؤد بن قيس قال ادركت الناس فی امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبدالعزيز يعنی بالمدينة يقومون بست وثلاثين ركعة ويوترون بثلث وقال مالك هو الامر القديم عندنا وعن الزعفرانی عن الشافعی رايت الناس يقومون بالمدينة بتسع وثلاثين وبمكة بثلث وعشرين وليس فی شیء من ذلك ضيق وعنه قال ان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن وان اكثروا السجود واخفوا القراءة فحسن والاول احب الی وقال الترمذی اكثر ما قيل فيه انها تصلی احدی واربعين ركعة يعنی بالوتر كذا قال وقد نقل ابن عبدالبر عن الاسود بن يزيد تصلی اربعين ويوتر بسبع وقيل ثمان وثلثين ذكره محمد بن نصر عن ابن ايمن عن مالك

وهذا يمكن رده الى الاول بانضمام ثلث الوتر لكن صرح فى روايته بانه يوتر بواحدة فتكون اربعين الا واحدة قال مالك وعلى هذا العمل منذ بضع ومائة سنة وعن مالك ست واربعون وثلث الوتر وهذا هو المشهور عنه وقد رواه ابن وهب عن العمرى عن نافع قال لم ادرك الناس الا وهم يصلون تسعا وثلثين يوترون منها بثلث وعن زرارة بن اوفٰى انه كان يصلى بهم بالبصرة اربعا وثلثين ويوتر وعن سعيد بن جبير اربعا وعشرين وقيل ست عشرة غير الوتر روى عن ابى مجلز عن محمد بن نصر واخرج من طريق محمد بن اسحق حدثنى محمد بن يوسف عن جده السائب بن يزيد قال كنا نصلى زمن عمر فى رمضان ثلث عشرة قال ابن اسحٰق وهذا اثبت ما سمعت فى ذٰلك وهو موافق لحديث عائشة فى صلوٰة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من الّيل واللّٰه اعلم انتهٰى[ا].

الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جو زیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے قرونِ ثلثہ میں انکار نہیں کیا اگرچہ عمل اُس پر نہ کیا ہو تو بس جواز و سنت جملہ اعداد پر اجماع ہوگیا بعد ازاں قرون کے اگر کسی نے اُس پر انکار کیا تو وہ قابل التفات کے نہیں لہٰذا بیس رکعات کو یا اس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز سزاوار نہیں، چنانچہ واضح ہوگیا اور یہ مدعا درصورۃ اتحاد دونوں صلوٰۃ کے بھی حاصل ہے۔ بحث تفرقہ ہر دو صلوٰۃ کے بسبب سوال سائل کے کی گئی، اگرچہ رائے بعض علماء سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔ فقط واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ الاحقر
رشید احمد عفی عنہ گنگوہی
۱۶؍شوال ۱۳۱۵ھ

ا فتح الباری، المجلد الرابع، کتاب صلوٰۃ التراویح ص۲۵۳-۲۵۴ (مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، البطحاء، الریاض)

ب پیش نظر نسخہ میں بالمائتین ہے، لیکن عمدۃ القاری میں بالمئین ہی ہے، دیکھئے: عمدۃ القاری الجزء الثامن کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان ص:۲۴۵-۲۴۶ (زکریا بک ڈپو دیوبند)